اسلام آباد/راولپنڈی/لاہور اور کراچی سے بیک وقت شائع ہونے والا کثیر الاشاعت مستند قومی اخبار
ABC Certified
Daily JINNAH Islamabad Rawalpindi
روزنامہ
جناح

دم توڑتی معیشت اور مہنگائی

فکرِ فردا
ڈاکٹر مرتضیٰ مغل
www.drmurtazamughal.org

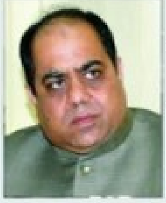

ورلڈ بینک کی تازہ رپورٹ میں ایشیائی ممالک کی معیشت پر کورونا وائرس کے جن منفی اثرات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے اس سے پاکستان کی معیشت کو درپیش خطرات کا اندازہ بھی ہو جاتا ہے۔ ''ساؤتھ ایشیا اکنامک فوکس'' رپورٹ کے مطابق 2021ء میں ملک کی اقتصادی شرح نمو 0.5 فیصد رہنے کا امکان ہے، جبکہ پچھلے تین برس کے دوران یہ اوسط چار فیصد رہی۔ رپورٹ میں ہوش ربا مہنگائی کا ذکر بھی کیا گیا جو مالی سال 2019ء میں اوسطاً 6.8 فیصد سے بڑھ کر سال 2020ء میں اوسطاً 10.7 فیصد تک پہنچ گئی۔ مہنگائی کی بلند شرح میں خوراک اور توانائی کی مہنگائی کا بنیادی کردار ہے۔ اس صورتحال میں جب مستقبل قریب میں نمو کا بظاہر کوئی امکان نظر نہیں آتا، حکومت کے معاشی منیجرز کے لیے صورتحال کو سنبھالنا کسی بڑے امتحان سے کم نہیں۔ آسانی کا بظاہر ایک راستہ یہ ہو سکتا ہے کہ صنعت کا پہیہ تیز چلانے کی کوشش کی جائے۔ حکومت کی جانب سے اس سلسلے میں تعمیراتی صنعت پر توجہ دی گئی ہے۔ چونکہ تعمیراتی صنعت کے ساتھ قریب دو درجن صنعتوں کے متحرک ہونے کا اندازہ لگایا جاتا ہے، اس لیے کہا جا سکتا ہے حکومت کا یہ فیصلہ خوش آئند ہے، بشرطیکہ اس پر عمل کیا جائے۔ تاہم یہاں لوگوں کی مالی دشواریاں کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اُن کی مالی دشواریاں تعمیراتی صنعت کی تیزی میں ایک رکاوٹ ہیں۔ ان حالات میں جب لوگوں کے کاروبار متاثر ہیں، بہت سی ملازمتیں ختم ہو چکی ہیں، لوگ محض خواہش کے بل بوتے پر گھروں کی تعمیر شروع نہیں کر سکتے، اس لیے حکومت کو کچھ ایسے اسباب پیدا کرنے میں دلچسپی لینا ہوگی جو فنانس کے مسائل کو آسانی سے حل کرنے میں مدد دے سکیں۔ چنانچہ حکومت کو کچھ اسباب پیدا کرنے میں دلچسپی لینا ہوگی جو فنانس کے مسائل کو آسانی سے حل کرنے میں مدد دے سکیں، جیسا کہ بینکوں سے فنانس کی سہولیات۔ جب تک فنانشل سہولیات موجود نہیں ہوں گی حکومت کی جانب سے تعمیراتی صنعت کے لیے مراعات کے باوجود اس میں وہ اُبھار نہیں آ سکے گا جو معیشت میں تیزی لا سکے۔ اشیائے خورونوش کی مہنگائی کا مسئلہ بھی عوام کے لیے سخت تشویش کا باعث ہے اور غربت کے اضافے میں بنیادی عنصر کے طور پر کام کرتا ہے۔ مگر یہ باعث افسوس حقیقت ہے کہ حکومت اس جانب کوئی توجہ نہیں دے رہی۔

اگر خوراک کی مہنگائی کے معاملے میں ہم حکومت کے اقدامات کو گننا چاہیں تو ''سخت نوٹس لینے'' یا ''گراں فروشوں کے خلاف کارروائی'' کے بیانات کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ حکومت نے جتنا وقت اس معاملے کو ٹالنے یا دبانے میں صرف کر دیا ہے، اگر یہی وقت دانشمندانہ اقدامات میں صرف کیا جاتا تو یقیناً خوراک کی قیمتوں میں توازن پیدا کیا جا سکتا ہے۔ منڈیوں کے معاملات کو درست کرنے اور سرکاری نرخ ناموں پر عمل کروانے کے لیے ضروری ہے کہ حکومت ملک میں سبزیوں اور اناج کی پیداوار بڑھانے کے منصوبوں پر توجہ دے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں ایک عام آدمی کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ اس کے وسائل آمدنی پر خوراک کے اخراجات کا بوجھ تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے۔ لوگوں کے چھوٹے کاروبار، جو چھوٹے سرمائے اور حکومتی سرپرستی سے رواں ہو سکتے ہیں، جمود کا شکار ہیں اور گھریلو صنعتوں کا برا حال ہے۔ اگرچہ ورلڈ بینک اس معاشی صورتحال کا ذمہ دار کووڈ 19 کو قرار دیتا ہے، مگر ہمیں اس جواز کو اپنی کوتاہیوں کی پردہ پوشی کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ شاید یہ سمجھنا غلط نہ ہو کہ ہماری معیشت کو اتنا نقصان کووڈ سے نہیں پہنچا جتنا ہماری منصوبہ بندی اور فیصلہ سازی کی ناکامیوں سے ہوا، کیونکہ لاک ڈاؤن کی پابندیاں تو ہمارے ہاں دیگر دنیا کے مقابلے میں بہت کم عرصے کے لیے تھیں۔ آنے والے کم از کم دو برسوں کے لیے غربت میں اضافے کا جو عندیہ اس رپورٹ میں دیا گیا ہے، حکومت کو اس پر الرٹ ہو جانا چاہیے۔ حکمران جماعت اور اتحادیوں کے لیے یہ بہت اہم وقت ہوگا۔ غربت میں اضافہ جاری رہا، مہنگائی پر قابو نہ پایا جا سکا اور سماجی بے چینی اور بددلی بڑھتی گئی تو اس کے نتائج اچھے نہ ہوں گے۔

تاہم وطن عزیز میں مہنگائی کو جلد ختم کرنے کے اعلانات تو بار بار کیے جاتے ہیں، اور ناجائز منافع خوروں کو حکومت کی جانب سے سخت سزا دینے کی دھمکیاں دینے کا عمل بھی مسلسل جاری ہے۔ مگر افسوس اس پر عمل ایک بار بھی نہ ہو سکا۔ چنانچہ اب یہ عالم ہے کہ کوئی بھی سبزی سو روپے کلو سے کم پہ دستیاب نہیں۔ مثلاً پندرہ روپے کلو ملنے والا ٹماٹر ایک سو اسی روپے کلو مل رہا ہے۔ اور ابھی جبکہ سردیاں آئی بھی نہیں ہیں، انڈے ایک سو پچپن روپے فی درجن بک رہے ہیں۔ یہ صورت حال بلا تفریق پورے ملک کی ہے۔ ہمارے معزز ارکان اسمبلی اندرون سندھ، اندرون پنجاب، بلوچستان، فاٹا اور سرحد کے علاقوں سے منتخب ہو کر آتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی اپنی پارٹیوں کے لیے کٹ مرنے کا اسمبلی کے فلور پر یقین تو دلا رہے ہوتے ہیں مگر اپنے حلقوں کی معاشی زبوں حالی کی تصویر کشی کبھی پیش نہیں کرتے۔ چھوٹے چھوٹے قصبوں اور دیہاتوں کو تو ایک طرف رکھیے، بڑے شہروں کے عوام بھی کھانے کے گھٹیا معیار سے جانتے بوجھتے سمجھوتہ کرنے پہ مجبور ہیں۔ چند سال پہلے ایک ایماندار اور محنتی بیوروکریٹ خاتون نے ہوٹلز اور ریسٹورنٹس میں کھانے کے معیار کو بہتر کرنے کا بیڑہ اٹھایا تھا، مگر وہ یہ کار خیر جاری نہ رکھ سکی۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ حفظانِ صحت کے اصولوں کو پوری طرح لاگو کرنے کی صورت میں کھانے کی تیاری میں پیش آنے والے اخراجات بڑھ جاتے اور عوام الناس کی جیب اسے برداشت کرنے سے قاصر ہو جاتی۔ اب خاموشی سے جانتے بوجھتے نہ صرف غیر معیاری، بلکہ صحت کے لیے مضر کھانوں پہ سمجھوتہ کر لیا گیا ہے۔ اب ذرا جنوبی پنجاب، تھر، سرحد اور سندھ کے اندرونی علاقوں میں جا کر ملاحظہ کریں۔ لوگ کھلے عام ننگے پیروں گھوم پھر رہے ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ ایک جوتا تک خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ اگر جوتا ہوتا ہے تو انہوں نے اسے پلاسٹک کے لفافے میں ڈال کر گھسنے سے بچانے کے لیے بغل میں دبایا ہوتا ہے۔ مگر اسی ملک کے حکومتی اکابرین پوری قوم کو زرمبادلہ کے ذخائر تاریخ کی بلند ترین سطح پہ پہنچ جانے کی نوید سناتے نہیں تھکتے۔ پھر انہیں یقین دلاتے ہیں کہ ان کی غربت کے دن بس کل تک ختم ہو جائیں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ حکومت کی جانب سے کیے گئے اقدامات ان کے ہر دن کو روز عید اور ہر رات کو شب برات میں تبدیل کر دیں گے۔ ان کے اس دعوئی پہ رونا تو آتا ہی آتا ہے، مگر ساتھ ہی ہنسی بھی آتی ہے!